عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جمادی الاوّل ۱۴۲۷ھ/ جون 2006ء

Reg No: P 476
جلد چھارم
شمارہ: ۱۰

فہرست

فی شمارہ : -/15 روپے
سالانہ بدل اشتراک : -/180 روپے

خط و کتابت کا پتہ : مدیر ماہنامہ غزالی
مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس، پشاور
ای میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com
saqipak99@gmail.com
physiologist72@yahoo.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و احترام

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)

حضور اقدس ﷺ کے آداب واحترام کا اللہ تعالیٰ نے اتنا لحاظ رکھا ہے کہ التحیات میں بھی السلام علیک یا محمد ﷺ نہیں آیا ہے بلکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہا گیا ہے۔ النبی کہہ کر نبوت کو مختص کیا گیا۔ نبی اور بھی ہیں لیکن النبی آپ ہی ہیں اور یہ آواز ایسی عام ہوئی کہ کافر بھی جب The Prophet کہتے ہیں تو اس سے مراد محمد ﷺ ہی ہوتے ہیں۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلامتی ہو اے نبی یعنی محمد ﷺ آپ پر اور اللہ کی طرف سے رحمتیں بھی ہوں اور برکتیں بھی ہوں۔ یہاں رحمتی وبرکتی بھی کہہ سکتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے کلام کو اور باوقار و بلند کرنے کے لئے اور حضور ﷺ کے اختصاص کے لئے اپنا نام بھی ساتھ کر دیا۔ یعنی اللہ جل جلالہ کی برکتیں ورحمتیں آپ کے اوپر ہوں۔ اللہ کی رحمتیں وبرکتیں دائم ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کا نام دائم ہے رحمتوں اور برکتوں میں زیادتی کا یقین ہے لیکن کمی کا احتمال نہیں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات دائم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی برکتیں ورحمتیں دائم ہیں اے محمد ﷺ میری ذات سے وجود میں آنے والی جملہ برکتیں اور سلامتیاں تم اس طور پر لو کہ تم اس کے مظہر کامل بن جاؤ۔ ان رحمتوں اور برکتوں کی ایک صورت کو قرآن میں عام کر کے یوں کہہ دیا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کو لوگوں پر۔ (تفسیرِ عثمانی)

یعنی رحمت للمدینہ وللمملکۃ العربیۃ نہیں کہا یا رحمت فلاں زمانے کے لئے۔ بلکہ آپ ﷺ کی رحمت کو تمام عالموں کے لئے عام کر دیا، جہاں کسی عالم کا وجود ہے وہاں رحمت محمدیہ کا وجود ہے۔ اس عالم میں بھی آپ ﷺ کا وجود باعث رحمت ہے اور آخرت میں بھی آپ ﷺ باعث رحمت ہونگے۔ آپ ﷺ کی رحمت کے ظہور کی کیا کیا نوعتیں ہیں اور کس کس طرح آپ ﷺ کی رحمت مختلف عالموں میں ظہور پذیر ہوئی اور ہوگی یہ ایک لمبی اور مختلف بحث ہے۔ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے تخاطب کرتا ہے تو آپ ﷺ کو نام سے نہیں

پکارتے بلکہ یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر کے القاب سے یاد فرمایا ہے قرآن میں صرف پانچ موقعوں پر محمد ﷺ کا نام آیا ہے کہ اگر آپ کے نام کا تذکرہ نہ ہوتا۔ تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ قرآن کس پر اترا وہاں آپ کا ذاتی نام صرف آپ ﷺ کے تعارف کے لئے آیا ہے تخاطب کے طور پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت محمد ﷺ کے کتنے ناز اٹھائے ہیں بقول کسی کے:

اپنا بس چلتا تجھے تجھ سے چھپا کر دیکھتے

پاس آ کر دیکھتے اور دور جا کر دیکھتے

یہ رحمت کا ظہور تھا کہ محمد ﷺ کو ظاہر کیا گیا۔ ایک جگہ یوں کہا گیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (ال عمران:۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہے، ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول۔ (تفسیرِ عثمانی)

عربی کو نہ جاننے کی وجہ سے کلام کا لطف نہیں آتا۔ ما اور لا عربی کے قواعد کے لحاظ سے حصر کے صیغے ہیں۔ کہ بات ہی یہی ہے یعنی اس کے علاوہ دوسری بات نہیں کہ حضرت محمد ﷺ نرے رسول ہی تو ہیں (اس طرح نام کے ساتھ آپؐ کی رسالت کی آسمانی گواہی ہوگئی)۔ دوسری جگہ پر ہے (نَزَلَ عَلَى مُحَمَّد) کہ قرآن محمد ﷺ پر اترا اس جگہ آپؐ پر قرآن کے نزول کی آسمانی شہادت ہوگئی۔

ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ایک اور جگہ پر قرآن میں ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مَردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔

یہاں بھی نبوت و رسالت کو آپ پر ختم کیا۔ محمد ﷺ تمھارے میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں اور ہر رخ سے خاتم النبین ہیں (اس طرح آپؐ کے نام کے ساتھ ختمِ نبوت کا ثبوت ہوگیا)۔ آپ رتبی، زمانی اور مکانی لحاظ سے خاتم النبین ہیں، جہاں بھی کوئی مکان ہے تو وہاں بھی آپ کی رسالت ہے، ختم النبوۃ حضور ﷺ کا وہ مقام اور منصب ہے جس کے اندر اگر بہ فرض محال

نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی اور جملہ امکنہ (جگہیں) اور ازمنہ (زمانے) میں جتنے ممکن رسول اور انبیاء ہو سکتے تو ان سب کی نبوتیں حضور ﷺ کی ختم النبوت میں ہوتیں (اگر چہ ایسا نہیں ہے)۔ختم النبوۃ کا انکار، نبوت کا انکار ہے۔حضور ﷺ کی ختم النبوۃ اپنے دائرہ میں، ابتداء اور انتہاء دونوں کو لئے ہوئی ہے اس بناء پر فرمایا کہ میں اس وقت بھی خاتم النبین تھا۔کہ جس وقت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے بیچ میں تھے۔تمام انبیاء علیھم السلام نے حضرت محمد ﷺ سے استفادہ کیا ہے۔

وَاِذْاَخَذْنَامِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ص وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًاغَلِيْظًاo (الاحزاب:۷)

ترجمہ:اور جب لیا ہم نے نبیوں سے اُن کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراھیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے اُن سے گاڑھا (پکا) اقرار۔

وَ اِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ط (ال عمران:۸۱)

ترجمہ:اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اُس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اُس کی مدد کرو گے۔

جیسے ایک میثاقِ الست ہے ایسے ایک میثاقِ نبوت ہے۔

ع ''یہ رمزی بے بصیرت ہے ترے اوصاف کیا جانے''

جس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کماحقہٗ ممکن نہیں اسی طرح سید الانبیاء وحبیب خدا حضرت محمد ﷺ کی معرفت کماحقہٗ ممکن نہیں۔بقول حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، جب ہم کہتے ہیں کہ ولی را ولی می شناسد اور نبی را نبی می شناسد تو پھر خاتم الانبیاء را خدا می شناسد (ولی کو ولی پہچانتا ہے، پیغمبر کو پیغمبر پہچانتا ہے تو پھر خاتم الانبیاء کو اللہ تعالیٰ پہچانتا ہے)۔اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام مبارک پہلی کتابوں میں لیا ہوا ہے۔

وَمُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ م بَعْدِاسْمُهٗ اَحْمَدُ ط (صف:۶)

ترجمہ: اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمدؐ۔

محمد و احمد بڑے پیارے نام ہیں۔ محمد (ﷺ) کے معنی ہیں جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ اور احمد جو سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو۔ یعنی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والا ہو۔

قرآن کا پہلا لفظ الحمد للہ اور جنتیوں کی آخری دعا ''وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰه''، حضور ﷺ کے لئے لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) اور قیامت کے دن آپ کو جو مقام دیا جائیگا وہ مقام محمود ہوگا۔ اور اللہ کے نام بھی حمید و حامد ہیں سب اسماء کا مادہ ایک ہے اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات کا ظہور اگر انعکاسی ہے تو وہ حضور ﷺ کی ذات ہے اور اگر ذاتی ہے تو وہ اللہ کی ذات ہے۔

ع من جلوہ گاہِ ذاتم من مظہرِ صفاتم

ترجمہ: میں ذاتِ ذوالجلال کی جلوہ گاہ ہوں اور اس کی صفات کا مظہر ہوں۔

محمد، حامد اور احمد نام اور ازل کے دن سے ان کے سر پر لواء الحمد کا سایہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رب العالمین ہونے کا ارادہ فرمایا اور اپنے کو رب العالمین فرمایا اسی طرح حضور ﷺ کو اپنی رحمت کا مظہر بنا کر رحمۃ اللعالمین بنایا۔ آپ ﷺ کی کما حقہٗ تعریف کون کرسکتا ہے جیسے شاعر کہتے ہیں کہ تیری آنکھیں ایسی ہیں، چہرہ ایسا ہے۔ تو ان کا لطف وہ لے سکتا ہے جس کا باب العشق سے واسطہ پڑا ہو۔

اللہ تعالیٰ بھی آپ کے چہرہ کے متعلق قرآن میں فرماتے ہیں۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص (البقرہ:۱۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف، سو البتہ پھیرینگے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔

کہ اے محمد ﷺ ہم آپ کے چہرہ کو آسمان کی طرف بار بار اٹھتا اور لوٹتا دیکھتے ہیں ہم پھیر دینگے آپ کے چہرہ کو اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ آپ کی شان کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىo (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اورآگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا۔

مابدولت تمہیں متواتر دیتے چلے جائینگے یہاں تک کہ تم کو راضی کردینگے ایک اور جگہ آپ کی شان میں فرماتے ہیں۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ o وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ o الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ o وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ o (الانشراح:۱تا۴)

ترجمہ: کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور اُتار رکھا ہم نے تجھ پر سے تیرا بوجھ جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور تو نے نہیں پھینکی مُٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح: ۱۸)

ترجمہ: تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اُس درخت کے نیچے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى o (النجم:۲)

ترجمہ: بہکا نہیں تمھارا رفیق اور نہ بے راہ چلا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں آپ کے مقام وشان کو کھولا ہے۔

معراج کا واقعہ ہے، حضور ﷺ اس مقام پر پہنچے ہیں جہاں جبرائیل امین بھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں شعر ہے۔

؎ اگر یك سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر ایک بال برابر بھی اوپر پرواز کروں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے۔

اللہ کے حضور پہنچ کر حضور ﷺ فرماتے ہیں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔

ترجمہ: تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

ترجمہ: سلام تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ایسی منسلک ہوگئیں کہ جہاں حضور ﷺ کی ذاتِ عالی ہے وہاں سلامتی برکتیں اور رحمتیں ہیں جب فرشتوں نے یہ سنا تو انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

ترجمہ: سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔

صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ سلام تو ہم نے سیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

(الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔ اے ایمان والو! رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ درود ہم کس طرح پڑھیں تو حضور ﷺ نے صحابہؓ کو درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے بتایا۔ اس درود کا ماخذ سورۂ ہود کی وہ آیتیں ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکَ اَھْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌo (ہود:۷۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو۔ تحقیق اللہ ہے تعریف کیا گیا بڑائیوں والا۔

یہاں حمید مجید کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جس شخص کا نام لیا جاتا ہے تو وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ جب آپ حمید کہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی شعاعیں متوجہ ہوں گی۔ آپ نے مجید کہا، مجد عزت کو کہتے ہیں تو اللہ کی مجد کی ترشح ہوگی جس سے آپ معزز بنیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو عزت یاب کرینگے۔ اللہ کی صفت مجید کا ظہور وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ (ترجمہ: اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا) ہے۔

جب فرشتوں نے کہا **وَعَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِهِ الصَّالِحِيْن**

تو پھر حضور ﷺ نے کہا **اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ**

ترجمہ: گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔

معراج کے مقام پر بھی توحیدِ الٰہی کے سوا دوسرا نہیں۔ سوائے خدا کے کوئی اور معبودیت کے قابل نہیں اور محمد ﷺ اپنی رسالت و عبدیت کا اقرار کرتے ہیں اس پیارے کلام کو اللہ تعالیٰ نے نماز کا جزو بنایا۔ گیارہ مرتبہ صرف فرض نمازوں کے اندر التحیات میں پڑھتے ہیں الفاظ کی ترتیب اس رخ سے رکھ دی ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے، فرشتوں نے اور حضور ﷺ نے کہہ دیا تھا اور یہاں جس نے بھی کہا اس کی بات معلوم ہوتی ہے۔ محمد ﷺ کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت میں یاد رکھا گیا، رکھوایا گیا تخاطب کے صیغے میں۔ اور آپ ﷺ کی برکت سے ہم اُمتی کیوں محروم ہوں تو ہم سب کو بھی اس سلامتی میں شامل کیا۔ اسلام ذاتی فائدہ کا مذہب نہیں کہ سلامتی صرف میرے ~~اوپر ہو بلکہ تمام صالح~~ بندوں کے اوپر سلامتی ہو پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اپنی رسالت اور عبدیت کی گواہی دی اور پھر اسکے ساتھ درود بھی منسلک کیا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ التحیات کا مقام خیال میں ہو کہ یہ کلمات کس نے کہاں کہے تھے۔ پس منظر یعنی معراج کا مقام خیال میں ہو تو تم کو نماز میں معراج کا لطف آ جائیگا۔ اور پس منظر سے پیش منظر بن جائیگا۔ نماز کے اندر التحیات کا وجود اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا تحفہ ہے کہ اگر اس کی حقیقت ہم پر کھل جائے تو بار بار پڑھتے جائینگے اور فائدے حاصل کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اعمال ہم پر فرض کئے ہیں ہم کو اس کا ظاہری اثر معلوم ہو یا نہ ہو لیکن ہر عمل اپنا اُخروی اور باطنی اثر رکھتا ہے اگر ہم نمازوں کو صحیح رخ سے پڑھتے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر ظاہر ہو ہی جائیگا۔

یہ نہیں کہ ہم نے آج درخت لگایا اور صبح جا کر دیکھنے لگے کہ پھل لگ گیا ہے یا نہیں۔ یا ایک ننھا بچہ پیدا ہوا اور وہ دوسرے دن کہنے لگے کہ میرا بھی کوئی بچہ ہے ہر چیز اپنے موقع اور محل پر ظاہر ہوتی ہے اور وجود میں آتی ہے اسی طور پر اعمال کے اثرات یقیناً اپنے وقت پر ظاہر ہونگے بشرطیکہ اس میں کیڑا نہ لگ گیا ہو۔

تربیت کی اہمیت (حصۂ اول)

(بیان ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ بمقام دارالعلوم قاسم العلوم، کٹی گڑھی، لوند خوڑ)

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم،

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيمo بسم الله الرحمن الرحيمo

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعۃ:۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُٹھایا ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے اُن کو اُس کی آیتیں اور اُن کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی (الاعلیٰ:۱۴)

ترجمہ: بے شک بھلا ہوا اُس کا جو سنورا۔

محترم جناب مہتمم صاحب، اساتذہ کرام اور عزیز طلباء تمہید کے طور پر اور تعارف کے طور پر ہمارے آنے کا مقصد مولانا اشرف علی صاحب نے بیان فرمایا۔ دین اصل میں پانچ شعبے ہیں اور دین کا کام چھ شعبے ہیں۔ دین کے پانچ شعبے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت ہیں اور دین کا کام چھ شعبے ہیں، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، بیعت وتلقین، قانون وآئین اور قتال۔ پانچ شعبوں کو زندہ کرنے کے لیے ان چھ میدانوں میں کام کرنا پڑے گا۔ اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کام کون کرے گا۔ کام کرنے کے لیے افراد تیار کرنے پڑیں گے اور افراد اگر صحیح تیار ہو گئے تو صحیح کام ہوتا ہے اور جب صحیح کام ہوتا ہے تو صحیح نتائج سامنے آتے ہیں۔ افراد کی تربیت میں کمی اور سقم رہ جائے اور افراد کی تربیت میں نقص رہ جائے تو یہ نقص ان کی کارکردگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ نقص اُن کی کارکردگی میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کے اثرات اُمت میں پھیلتے ہیں۔ جب ناقص افراد اُمت میں پھیل جائیں تو اُمت کی حالت ناقص ہو جاتی ہے اور اُس کو اُخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی عظیم نقصان ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دین میں فاقے ہوئے، قربانیاں ہوئیں، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پیٹوں پر پتھر باندھے گئے، گرم ریتوں پر ڈالے گئے، سینوں پر پتھر رکھے گئے اور انگاروں پر ڈالے گئے، یہ ساری قربانیاں درست ہیں، لیکن اگر دیکھیں تو یہ قربانیاں تیرہ سالہ مکی زندگی کی ہیں، اور چار یا پانچ سال مدنی زندگی کی ہیں، کل اٹھارہ سال ہو گئے۔ فتح خیبر کے بعد جو تقریباً چھ ہجری ہے یہ حالات بدل گئے۔ ان اٹھارہ، اُنیس سالوں کو چودہ سو ستائیس سے نکالیں تو چودہ سو اٹھ سال رہ گئے۔ چودہ سو آٹھ سالوں میں اُمتِ مسلمہ کے ایک ہزار سال ایسے ہیں کہ اس میں مالی

فراوانی اور معاشی آسودگی اور دنیا کا غلبہ اور کروفر اور دبدبہ اور ہر جگہ پھیلاؤ اور بڑی حکومتوں کا زیرنگیں ہونا اور بڑی بڑی حکومتوں کا قدموں کے نیچے ہونا، اور ہر جگہ نیک نامی، ہر جگہ شہرت، ہر جگہ برکت۔ کل اُنیس سال مجاہدات کے ہیں اور ایک ہزار سال غلبے کے ہیں، اور گزشتہ چار سو آٹھ سال جو ہیں یہ بھی مکمل زوال کے نہیں ہیں اس میں بھی کسی جگہ زوال ہے کسی جگہ عروج ہے کسی جگہ تکلیف ہے کسی جگہ راحت ہے کسی جگہ آسانی ہے کسی جگہ مشکلات ہیں، یہ چار سو سال بھی مکمل دبنے کے اور غموں کے نہیں ہیں، اور آپ حضرات ذرا غور کریں اور ماہرین سے پوچھیں بھی کہ جب نبی کا ظہور ہوتا ہے اور کتاب کا نزول ہوتا ہے تو اس کے بعد عروج وترقی کا فیصلہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نبی کے لئے، نبی کے ماننے والوں کے لئے اور اس کتاب پر چلنے والوں کے لئے ہوتا ہے اور اس میں اگر کمی آتی ہے تو وہ کمی اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ اُصول وشرائط وہ ترتیب جس کے مطابق انبیاء علیہم السلام نے چلنے کی دعوت دی ہوتی ہے، چلنا سکھایا ہوتا اور کتاب میں جو کچھ چھوڑا ہوتا ہے اس میں فرق آیا ہوا ہوتا ہے، یہ کبھی نہیں ہوا ہے کہ پہلے مسلمانوں کا خاتمہ ہوا ہے پھر اسلام کا خاتمہ ہوا ہے، تاریخ پر گہری نظر رکھنے والوں کو پتہ ہے اس بات کا کہ یہ کبھی نہیں ہوا ہے بلکہ پہلے زندگیوں سے اسلام نکلا ہے پھر مسلمانوں کا زوال ہوا ہے۔ ۷۰۔۱۹۶۹ کے زمانے میں جب کمیونزم کی بڑی زوردار دعوت آئی تھی پاکستان میں، تو اس زمانے کے سیاسی علماء نے یہ بات کہنا شروع کردی کہ پاکستان میں اسلام خطرے میں ہے، تو محققین علماء نے کہا کہ پاکستان میں اسلام خطرے میں نہیں ہے، اسلام کسی وقت، کسی جگہ بھی خطرے میں نہیں ہے، ہاں یہ بات ہے کہ مسلمان خطرے میں ہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (صف:۹)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کے اُس کو اُوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا سب دینوں پر غالب کرنے کے لیے۔ ظاہری غلبہ عرصۂ دراز تک بڑی بڑی حکومتوں کی شکل میں ہوا۔ اصلی غلبہ دلائل کا ہے وہ ہر وقت ہے وہ کسی وقت زائل نہیں ہوا۔ ہمارا تجربہ ہے اور کفار کے حالات اور ملکوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے کہ ایک ان پڑھ آدمی ہمارا کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے پادری کے ساتھ جب بحث ودلائل پر آجاتا ہے تو آدھے گھنٹے میں اس کو لاجواب کردیتا ہے اور یہ میرے سامنے ہوا ہے کیونکہ اس کے پاس دلائل ہی نہیں ہوتے۔ ہر بات جو حق اور حقیقت نہ ہو جھوٹ اور فریب ہو تو وہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اور منطقی دلائل کے دائرے میں بیان

نہیں ہوسکتی اور جب بات کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو ان کی بات میں ٹکراؤ وتضاد (Controversy اور Contradiction) آتا ہے، کیونکہ غیر حق چیز کو منطقی دلائل اور تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اُس کو جب بیان کرنے کے لیے آدمی بڑھتا ہے تو تھوڑی دیر میں اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پتھروں میں ہل چلا رہا ہے، جو ہل کو تو توڑ دیں گے اور زمین نہیں پھاڑ سکے گا۔ یہ غلبہ اسلام کا تو ہر وقت ہے ہر جگہ ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں ایک آیت آئی ہوئی ہے کہ آپ اس میں کہیں تضاد اور ٹکراؤ نہیں پائیں گے۔ اتنے مشکل، جدا جدا اور قسما قسم مضامین کو بیان کیا ہے اور قرآن پاک نے ان کو بار بار دہرایا ہے۔ لیکن کسی جگہ بھی ٹکراؤ اور تضاد محسوس نہیں ہوتا۔

اَللّٰـهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ (سورة الزمر: ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اُتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی دوہرائی ہوئی، بال کھڑے ہوتے ہیں اُس سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے ربّ سے، پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کی یاد پر۔

ایسی کتاب جس کے مضامین کو، واقعات کو اور جس کے حقائق کو بار بار دہرایا گیا ہے اس کے باوجود آپ اس میں اختلاف (Contradiction, Controversy) نہیں پائیں گے۔ بیان میں تضاد، کمزوری اور ٹکراؤ ہونا اور اُس کا حقیقت کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا یہ کسی جگہ پر بھی نہیں ہے۔ مصنفین جو کتابیں لکھتے ہیں اُن کو تجربہ ہے اس بات کا کہ کتاب کے سارے اسباق کو ایک طرز پر رکھنا اور مضامین میں ربط رکھنا اور اُس کی ساری باتوں کو ایک ترتیب پر رکھنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

تو عرض یہ ہے کہ جس اُمت کی چودہ سوسالہ تاریخ میں ہزار سال مکمل غلبے کے ہوں اور چار سو سال بھی اکثری غلبے کے ہوں اور جزوی انحطاط کے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بحیثیت مجموعی ایک برتری، غلبے اور معاشی آسودگی کے حالات ہیں۔ بنیادی مضمون جو بیان کرنا تھا وہ یاد آگیا وہ یہ کہ جب فرق آتا ہے تو فرق اُس جگہ پر آتا ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کی ہدایات اور کتاب کی تعلیمات پر نہ چلا گیا ہو اور اُس میں فرق لایا گیا ہو۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب رجالِ کار کی تربیت میں نقص ہوا ہو۔ لہٰذا سب سے ضروری بات یہ ہوگئی کہ بوقت تربیت، تربیت کو درست کرنا ہوتا ہے۔ آج ہی میں مولوی اشرف علی صاحب (لوند خوڑ) سے کہہ رہا تھا کہ پہلے پشاور میں ہم بطور مفتی ایک شخص کا نام سنتے تھے وہ تھے عبدالقیوم پوپلزئی صاحب، اُن سے ہم مسئلہ پوچھتے تھے۔ اُن کے بعد تھے مفتی عبداللطیف صاحب۔ آج کل کئی حضرات ملتے ہیں مفتی کے نام سے اور جب مسئلہ پوچھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ بتانے کی استعداد پوری نہیں ہے۔ اس کے بارے میں میں نے معلومات کیں تو مدارس والوں نے بتایا کہ جب ہمارے ہاں سے لوگ تخصص فی الفقہ کر کے چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد ایک عرصہ دراز چاہیے فتویٰ کی مشق کے لیے ماہرین کی نگرانی میں، عرصہ دراز

گرزنے کے بعد یہ ہوتا ہے کہ اکثر فتویٰ اس کا صحیح ہوتا ہے اور کبھی کبھی غلط ہونے کا خطرہ ہروقت رہتا ہے۔اس لیے شرعی مسئلہ ہے کہ مفتی مصّیب کے دوثواب ہیں اور مفتی خاطی کا ایک ثواب ہے۔جس مفتی سے خطا ہوگئی، اس نے غلط فتویٰ دے دیا ایک ثواب اس کا بھی ہے کیونکہ اخلاصِ نیت کے ساتھ عملی کوشش کی اور پورے وسائل کو استعمال کیا اور فتویٰ دیا۔باقی انسان ہے بشر ہے، انبیاء علیھم السلام کی طرح کامل تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا خطا ہوسکتی ہے۔لیکن اخلاص نیت تھی، اس کا تجربہ درست تھا، محنت پوری کی اس کے بعد خطا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ پھر بھی ایک اجر دے گا۔اور اہل حق کی علامت یہ ہوتی ہے جب اُن کی خطا اُن پر ظاہر کردی جاتی ہے فوراً رجوع کر لیتے ہیں، توبہ تائب ہوجاتے ہیں اس بات کا اعلان کردیتے ہیں اور اُن کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا، ایک عالم آئے ہمارے پاس تھانہ بھون میں اور انہوں نے تین چار سال فتویٰ کا کام کیا، پھر اُنہوں نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں میں نے پوچھا کیوں بھائی؟ تو اُنہوں نے کہا کہ تین چار سال آپ کے ساتھ کام کیا مگر اب بھی کچھ حال نہیں اب بھی خطائیں ہوتیں ہیں، تو مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب نے اُن سے کہا کہ میں بیس سال سے اس شعبہ میں کام کررہا ہوں اور اب بھی میں اُلجھتا ہوں، پھنستا ہوں فتویٰ میں اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھتا ہوں تو یہ ہدایہ کی عبارت سے مسئلہ نکال کردے دیتے ہیں، تقریباً فتوے ہدایہ کی عبارت میں ہوتے ہیں۔لیکن ان کی نظر گہری ہے اور فہم اتنا رسا ہے کہ ان کی رسائی وہاں تک ہوتی ہے ہماری نہیں ہوتی، ہم پڑھتے ہیں تو ہمیں فتویٰ سمجھ نہیں آتا اور یہ پڑھتے ہیں تو مسئلہ نکال کردے دیتے ہیں۔میں آپ کو ڈاکٹروں کا ایک لطیفہ سناؤں ہمارے ایک بڑے ماہر پروفیسر صاحب تھے۔ان کا ایک شاگرد تھا ڈاکٹر شاکر تو وہ کہتے ہیں ایک آدمی نیا برطانیہ سے FRCS کرکے آیا تو صبح آکر اُس نے آپریشن والے کپڑے پہنے اور جاکر آپریشن کے میز پر اپنے لیے الگ کیس ڈالا، FRCS کرنے کے بعد بھی قانون یہ ہے کہ وہ کام نگرانی میں کرے گا، پھر جب ماہر اجازت دے علیٰحدہ کرنے کا تو پھر علیٰحدہ کرے گا۔تو خیر اُس نے کیس ڈالا تو ڈاکٹر شاکر کہتا ہے کہ میرے اُستاد نے مجھے کہا کہ بیٹا خیال میں رہنا یہ فلانی رگ کاٹے گا اور اگر رگ کاٹ دی تو مریض کا بُرا حال ہوجائے گا۔تو ڈاکٹر شاکر کہتا ہے کہ میں ذرا احساسِ کمتری کا شکار تھا پاکستانی کورس کیئے ہوئے، تو میرا خیال تھا کہ اتنا قابل ڈاکٹر باہر سے کورس کیا ہوا کیسے یہ غلطی کرے گا۔خیر میں اُس کے پاس کھڑا تھا لیکن اتنا بیدار نہیں تھا جتنا پروفیسر صاحب نے مجھے کہا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ اُس نے وہی رگ کاٹ دی جو مجھے اُستاد صاحب نے کہی ہوئی تھی، کیونکہ اُس جگہ تین چار رگیں اکٹھی ہیں اور اس سے خون کی رگ اور جگر کی رطوبت لے جانے والے رگ کی پہچان نہ ہوسکی۔آپریشنوں کی مہارت کی بڑی ڈگری برطانیہ سے لے کر آیا ہوا تھا، مجھے افسوس ہوا کہ سمجھدار آدمی نے مجھے بتایا تھا کہ خیال رکھنا مگر مجھ سے نہ ہوسکا، خیر بڑی مشکل سے مریض کو بچایا گیا۔

تکمیلِ تربیت پر بات ہو رہی تھی۔ ہر فن کے ماہر کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ کتنی باتیں ہیں کہ ان سب پر میں اپنے طالبعلم کو گزاروں گا، ان باتوں سے اس کو آگاہ کروں گا۔ اور اس کے بعد تربیت اس کی درست ہوگی اور صحیح جگہ پر آئے گا۔ ہمارے سرکاری سائنسی اداروں میں ہم اس کو کہتے ہیں کورس ورک (Course work) یعنی یہ اسباق اس نے پڑھ کر اس میں معیاری امتحان پاس کرنا ہے۔ میرے پاس MBBS کے بعد ایک کورس ہوتا ہے M.Phil۔ ایم۔فِل کے چار طلباء زیرِ تربیت تھے۔ اُنہوں نے کام کیا اُس کے بعد امتحان دیا۔ ایک طالبعلم کی سفارش آئی، اس پر امتحانی کمیٹی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اگر اس کو پاس کرتے ہو تو آپ کے کورس کا کوئی معیار نہیں رہے گا، آپ کے کورس کو معیاری نہیں کہیں گے پاکستان میں، کہ اس طرح کا آدمی آپ کے ہاں پاس ہوا ہے، میں نے کہا جی بڑا اس کا وقت گزرا ہوا ہے کچھ مہربانی کریں۔ ایک سو نمبروں والا مضمون ہوتا ہے اور ایک دو سو نمبروں والا مضمون ہوتا ہے اس کو دو سو نمبروں والے مضمون میں پاس کر دیں اور سو نمبروں والے مضمون میں فیل کر دیں، پھر محنت کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ بہت زیادہ کہتے ہیں تو اسکو سو نمبروں والے مضمون میں پاس کر دیں گے اور دو سو نمبروں والے مضمون میں بہر حال فیل کرتے ہیں کیونکہ یہ آدمی معیاری نہیں ہے۔

ہمارے خیبر میڈیکل کالج میں حافظ کو بیس نمبر دئے جاتے ہیں مقابلے کے امتحان میں، سندوں والے آدمیوں کو جب اُنہوں نے جمع کیا تو جتنے آدمی سند والے تھے تو گویا سب کو بیس نمبر دئے جائیں، فیصلہ یہ ہوا کہ ٹسٹ لیا جائے حافظوں کا اور ٹسٹ اُنہوں نے میرے حوالے کیا، ٹسٹ ہم نے لیا تو اس بات پر خوشی ہوئی اور بڑا اطمینان ہوا کہ سوائے وفاق المدارس کے سندوں کے باقی جتنی سندیں تھیں محض کاغذ تھیں۔ اس پر خوشی ہوئی کہ وفاق المدارس کے جن طلباء کے سندیں تھیں اور ان کے جو ٹسٹ لیے تو بالکل سو فیصد حافظ نکلے، اور ان میں کمی نہیں تھی اور یہ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عظیم فراست اور قربانی ہے کہ وفاق کی تنظیم بنا گئے ورنہ لوگ ہنستے تھے کہ یہ مولویوں کی سند ہے، جس پر کوئی اعتبار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس شرم سے مفتی صاحبؒ نے مدارس اور علماء کو نکالا اور وفاق کا اتنا معیاری ادارہ قائم کیا کہ جس نے علم کا معیار قائم کیا۔

ہمارے ہاں علاج معالجے کے لیے جب لوگ آتے ہیں تو ہم سے پوچھتے ہیں کہ علاج کرنے کے لیے کس کے پاس جائیں ہم ان کو بتاتے ہیں کہ فلانے ڈاکٹر سے علاج کراؤ، کیونکہ اس کی فلانی ٹریننگ اچھی ہوئی ہے دوسرے سے نہ کراؤ وہ کمزور ہے، تربیت میں کمی شخصیت میں نقص پیدا کرتی ہے، ناقص شخصیت میدان میں نکل کر جب کام کرتی ہے، کام ناقص ہوتا ہے اس کے نتائج ناقص آجاتے ہیں اور ملک کو عظیم نقصان ہوتا ہے۔ ایک لطیفہ آپ کو سناؤں، ایک آدمی تھا وہ ایک بستی میں ترکھان کا کام کرتا تھا، اب روزانہ کسی کی کھڑکی خراب کسی کا دروازہ خراب، اُلٹا اس کو جرمانہ دینا

پڑے۔ بیچارہ بہت تنگ ہوا، جب بہت تنگ ہوا تو اس نے اس بستی سے ہجرت کی دوسری بستی میں چلا گیا، کچھ دنوں کے بعد پرانی بستی کے ایک دوست سے ملا تو اُس نے کہا یار کدھر چلا گیا، اُس نے کہا یار مزدوری کرنے چلا گیا تو اُس نے کہا کہ وہاں بھی آپ سے بہت غلطیاں ہونگی وہاں بھی بہت تنگ ہوتے ہوگے، اُس نے کہا نہیں اللہ کا فضل ہو گیا، خیر ہو گئی ہے، اُنہوں نے کہا وہ کیسے، اُس نے کہا میں وہاں پر جا کر حکیم بن گیا ہوں، اب ترکھانی چھوڑ دی ہے، اُس نے کہا پھر حکمت میں بھی بڑی غلطیاں تم سے ہوتی ہونگی، تو اُس کہا حکمت میں جو غلطی مجھ سے ہوتی ہے اُس کو زمین چھپا لیتی ہے کہ آدمی مرجاتا ہے، دفن ہو جاتا ہے، پہلے تو کھڑکی، دروازے میں غلطی ہوتی تھی بے عزتی ہوتی تھی اور جرمانہ دیتے تھے اب جو غلطی ہوتی ہے تو اُس کو زمین چھپا لیتی ہے۔ ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب سے آپریشن میں آدمی مر گیا، اب میں نوکر آدمی، پہلے پہلے ملازمت شروع ہوئی ہے وہ مجھ سے کہتا ہے کہ تم اس مریض کے ساتھ جاؤ وارڈ میں پہلے ذرا آگے پیچھے پھرو، پھر اس کے رشتہ داروں سے اللہ، رسول کی باتیں کرو، کہ موت جب آتی ہے تو وقت پر آتی ہے اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، اور اس طرح کچھ باتیں کرنے کے بعد پھر اُن کو بتانا کہ یہ آدمی مر گیا ہے، اب مجھے کیا پتہ ہے کہ جب ایسی خبر سنا دے آدمی تو اسکو تیار رہنا چاہیے تھپڑوں اور لاتوں کے لیے، آدمی مارا اُس نے اور بھیج مجھے رہا ہے کہ میں جا کر اُن کو خوشخبری سناؤں کہ تمھارا رشتہ دار مر گیا ہے، خیر جا کر جو مجھے بتایا تھا اس طریقہ کار کو کر کے جب ان کو موت کی خوشخبری سنائی، تو اُنکو ترس آ گیا مجھ مسکین پر کہ اُنہوں نے میری پٹائی نہیں کی، تو خیر اللہ کا فضل ہو گیا۔

معالجے کے بارے میں بھی یہ ہے کہ ''نیم حکیم خطرہ جان''۔ اگر آپ نے ماہر سے علاج کرایا جو اس فن کو جانتا تھا اور آپ کو نقصان ہو گیا تو بھی آپ گنہگار نہیں ہیں۔ باوجود توفیق کے علاج نہیں کرایا تو آپ نے اپنے نفس کو اذیت دینے کا گناہ کیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے مجلس میں پوچھا کہ حضرت علاج فلانا حکیم بھی کرتا ہے اور فلانا پنساری بھی کرتا ہے، پنساری اسکو کہتے ہیں جو صرف جڑی بوٹیاں رکھتا ہے ان کے خرید و فروخت کا دکاندار ہو کے جڑی بوٹی پہچانتا ہے، باقی بیماری کی ماہیت، تشخیص اور اس کو علاج یہ اس کو نہیں آتا، کچھ پنساری ایسے ہوتے ہیں جو نسخے سن سن کے علاج بھی شروع کر دیتے ہیں۔ کئی آدمی حکیم کے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں اور پنساری کے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں بعضے آدمی حکیم کے بھی مر جاتے ہیں اور پنساری کے بھی مر جاتے ہیں تو فرق کیا ہوا؟ اُنہوں نے کہا بڑا فرق ہے، حکیم جو علاج کرتا ہے تو اس سے آدمی مر بھی جائے تو خدا کے نزدیک گنہگار نہیں ہے، کیونکہ علم کا ماہر ہے، احتیاط بھی کرتا ہے اور پورے طریقے سے علاج کرتا ہے، پنساری سے آدمی مرے گا تو یہ گنہگار ہو گا خدا کے نزدیک، کیونکہ یہ فن کا ماہر نہیں ہے، اس سے اکثر ہی خطا ہو سکتی ہے، اس خطا کے نتیجے میں اس کی پکڑ ہو گی، تو نیم حکیم تو خطرۂ جان ہے۔ ہمارے لیے اس سے زیادہ خطرے کی بات ہے ہم جو مولوی ہیں اور دین والے ہیں ہمارے لیے اس سے زیادہ خطرے

کی بات ہے کیونکہ نیم ملا خطرۂ جان نہیں بلکہ نیم ملا خطرۂ ایمان ہے۔لطیفہ سناؤں بڑا عجیب، ہمارے شیخ حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں میں بیٹھا ہوا تھا، کہ ہمارے چارسدہ کے علاقے کے بہت بڑے عالم تشریف لائے، اُنہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کدھر ہیں؟ کہا کہ مولانا صاحب تو نکاح پڑھنے کے لیے گئے ہوئے ہیں، اُنہوں نے کہا یہ کوئی اتنا مشکل کام ہوتا نہیں ہے اور علماء کا وقت ضائع کرتے ہیں، ہم مدرسے سے اُن کی ملاقات کے لیے آتے ہیں اور وہ نکاح پڑھنے کے لیے گئے ہیں، میں نے کہا چلیں اُن کے آنے میں تھوڑی سی دیر ہے، تو ہم تھوڑی سی بات کرلیتے ہیں اُن کے آنے تک۔ میں نے کہا یہ اہل علم ہیں ان کے سامنے میں علم کی بات تو کر نہیں سکتا، ان کو میں نے ایک واقعہ سنایا، میں نے کہا دو مہینے پہلے شہر میں نکاح ہوا ہے اور نکاح کی رُوداد یہ ہے کہ دو بھائی تھے، ایک بھائی کی شادی ہوئی اور دوسرا بھائی چار مہینے کے لیے گیا، وہ چار مہینے گزار کے گھر آیا۔ گھر پر بھائی کے بیوی کے ساتھ مسلسل جھگڑے۔ آخر گھر والوں کا فیصلہ ہوا کہ اسکو طلاق دلائی جائے اور چھوٹے کے ساتھ اس کا نکاح کردیں، چھوٹے کو تیار کرلیا۔ اُستاد جی کو بلایا گیا کہ اُستاد جی یہ حالات ہیں اُستاد جی ماشاءاللہ دس سورتوں کے امام تھے، اس نے بڑے کو کہا کہ کہو تین شرطیں طلاق، اُس نے کہا ایک دو تین، تین پتھر گرائے اور طلاق دے دی۔ استاد جی نے بسم اللہ کر کے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (سورة النسآء: ۱) پڑھ کر ماشاءاللہ دوسرے بھائی کے ساتھ نکاح کرلیا، اب دوسری شادی شروع ہوگئی، ایک مہینہ، دو مہینے بعد اس لڑکے کو کسی نے کہا کہ شادی کیسی ہوگئی اُس نے کہا کہ بڑے بھائی نے تین پتھر گرائے اور میرا نکاح ہوگیا۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے! طلاق کے بعد تو عدت ہوتی ہے اُس کے بعد نکاح ہوتا ہے اور تمہارا یہ نکاح تو ہوا ہی نہیں ہے۔ چار مہینے لگائے ہوئے تھے اُس کی ایمانی سطح بڑھی ہوئی تھی، اُس کا سر چکرایا اور پریشان ہوکر ہمارے مولانا صاحب کے پاس آیا اور قصہ عرض کیا۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ موٹے موٹے مسئلے تو بتا دیتے تھے اور مسئلہ تھوڑا سا بھی پیچیدہ ہوتا تو مفتی کے پاس بھیج دیتے تھے اور یہ اُن کا اُصول تھا کہ فتویٰ زبانی نہیں بلکہ استفتاء تحریری لکھ کر دیا جائے اور فتویٰ تحریری لیا جائے۔ تو حضرت مولانا صاحبؒ نے اُن کی بات لکھ کر اُن کو دی کہ آپ مفتی عبداللطیف صاحب کے پاس چلے جائیں اور اُن سے فتویٰ لے لیں تو اُنہوں نے فتویٰ دیا اور وہ فتویٰ مجھے اب بھی یاد ہے کہ یہ دو عدتیں اکٹھی ہوگئیں ہیں بہرحال دونوں عدتیں آپس میں ایک دوسرے کے اوپر ہوں گی (استیناف)، یعنی اکٹھی چلیں گی تو جس کا زیادہ وقت ہے اُس وقت پر جا کر یہ عدت ختم ہوجائے گی اس کے بعد ان کا نکاح ہوگا۔ وہ مولانا صاحب جو آیا تھا اُس سے میں نے کہا کہ نکاح اگرچہ معمولی بات ہے لیکن اس کے لیے بھی اگر آدمی کو اچھے سے اچھا عالم مل جائے تو اُس کی موجودگی میں دوسرے سے نہیں کرانا چاہیے۔ جس طرح آدمی کوشش کرتا ہے کہ اگر سپیشلسٹ

ڈاکٹر موجود ہو تو عام ڈاکٹر سے علاج نہیں کراتا۔ نکاح میں بھی یہ ہے کہ اس میں بعد میں پیچیدگیاں آسکتی ہیں۔ رضاع کے عجیب مسئلے پیش آسکتے ہیں اگر آدمی کا علم صحیح نہ ہو تو فیصلہ کرنا اُس کے بس سے باہر ہے اتنی اس میں پیچیدگیاں ہیں، اتنی اس میں باریکیاں ہیں اور اتنے اس میں مسئلے کے شاخوں کے شاخیں نکلتی ہیں رضاع کے مسئلوں کی جو لوگ پڑھتے ہیں اُن کو پتہ ہے کہ آدمی کا سر چکرا جاتا ہے۔ بعض اوقات کاغذ پر نقشہ بنا کر پھر آدمی مسئلہ کو بیان کرسکتا ہے اتنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو عرض یہ تھی کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور ہماری طرح نیم ملا خطرۂ ایمان۔

اب تربیت میں دو باتیں جدا جدا ہیں تعلیم و تعلّم ایک رخ ہے اور تزکیہ دوسرا رخ ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عمومی کے ساتھ مجلس خصوصی ہوتی تھی اور مجلس خصوصی میں خواص حضرات آسکتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کی مجلس عمومی ہوتی تھی اُس میں فقہ، تفسیر و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی اور گھر پر اُن کی دوسری مجلس ہوتی تھی جو تزکیہ کی ہوتی تھی اور تزکیہ کے مجلس میں اگر کوئی اُن سے تفسیر یا حدیث کے بارے میں مسئلہ پوچھتا تھا تو اُن پر غصہ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے لیے میں سارا دن مسجد میں بیٹھا ہوتا ہوں یہ بات وہاں پوچھنی ہوتی ہے، اب یہاں دوسرا مضمون جو اصلاح نفس اور تزکیہ کے بارے میں ہے یہ اُس سے علیٰحدہ ہے۔ یہ اِس کے لیے وقت ہے اس وقت اس کا پوچھنا اور اس کے بارے میں سوال اور جواب ہے۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے خاص طور پر اس بات کو بیان میں کہا کہ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں مدنیہ منورہ میں جا کر مقیم ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑا اونچا مقام عطا فرمایا ہوا تھا بڑے قوی روحانیت والے تھے۔ گھنٹوں گھنٹوں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضہ شریف کے پاس مراقب ہوتے تھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں زیارت ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ زکریا تم سے کام لیں گے میں نے دل میں سوچا کہ اے اللہ عمر اب اتنی زیادہ ہوگئی، پیروں سے معذور ہوں، بیماریاں لاحق ہیں اور مجھ سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم سے کام لیں گے اب میں کام کیسے کروں گا۔ خیر علماء ماہرین سے آپ نے مشورہ کیا اُن کے سامنے آپ نے بات رکھی کہ میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے آپ سے فرمایا ہوا ہے آپ سے کام لیں گے تو لہٰذا اللہ تعالیٰ خود کام لیں گے۔ علماء حضرات اور آپ کے اساتذہ کرام بیٹھے ہوئے ہیں اُن کو پتہ ہے کہ حدیث کے علم میں جو مقام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کو دیا ہے، اس طرح دیوبند کے چند ایک افراد کا مقام ہے بہت اُونچا مقام ہے اتنا تبحر ہے اُن کا حدیث کے علم کا، اتنا وسیع معالعہ ہے۔ فرماتے تھے کہ سالہا سال میں عشاء کی نماز کے بعد بیٹھا ہوں تو فجر کی نماز کے لیے اُٹھا ہوں اور یہ سارا وقت مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ ہم ایک دو گھنٹے مطالعہ کریں تو کمر ٹوٹ جاتی ہے اُٹھنے کے قابل نہیں ہوتے، سالہا سال ساری رات مطالعہ کیا اس لیے زندگی کے کسی بھی شعبے پر حدیث کے بارے میں آپ

پوچھیں تو حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کبھی بھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ ایک کام کی بات میں آپ کو سنادوں، رجم کے کیس پر حکومتِ پاکستان نے بحث کروائی کیونکہ ملحدین اور پرویزی یہ کہہ رہے تھے کہ رجم نہیں ہے آیت میں واضح آیا ہوا ہے کہ **الزانیہ وزانی کل واحدۃ مایۃ جلدۃ** کہ زنا کرنے والے مرد وعورت میں سے ہر ایک کو سو سو دُرے لگاؤ، تو قرآن پاک میں تو سنگسار کی سزا ہے ہی نہیں، تو حکومت نے بحث کے لیے ہماری یونیورسٹی سے دو آدمی منتخب کئے، اُن میں سے ایک ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، تو سیاسی مولویوں نے کہا کہ ایسے آدمی کو منتخب کیا ہے کہ وہ قرآن کی آیت بھی ٹھیک نہیں پڑھ سکتا بحث کیا کرے گا۔ خیر حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اتنا مشکل کام کہ اس کے لیے کئی دن کتب خانے میں بیٹھ کر کام کیا اور چونکہ دل کے بیمار تھے تو دل کی بیماری شدت اختیار کرگئی، اب ہسپتال میں داخل کیا گیا تو اپنا سارا کتب خانہ اور تحقیقی کام کرنے والوں کو وہاں پر منتقل کردیا گیا، ہسپتال میں بیماری کا علاج بھی ہورہا ہے اور ساتھ کام بھی جاری ہے، فرماتے تھے کہ مقالہ جب میں نے تیار کرلیا تو آخر میں ایک بات میرے سامنے آئی کہ اس میں فیصلہ کن ثبوت یہ بات ادا کرے گی کہ آیت کے نزول کی تاریخ کونسی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رجم کیا ہے اُس کی تاریخ کونسی ہے۔ اگر آیت کا نزول پہلے ہے اور آپ نے اس کے بعد سنگسار کیا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آیت میں وہ حکم اُس طرح نازل بھی ہوا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی ترتیب سے وہ صرف غیر شادی شدہ کے لئے ہے۔ میں نے ایک مرتبہ پشاور یونیورسٹی کے بیان میں یہ بات کہی کہ حدیثِ متواتر قرآن کی آیت کو منسوخ کرسکتی ہے تو ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں ہائے ہائے یہ کیا کہہ رہا ہے کلمۂ کفر کہہ رہا ہے کہ حدیث منسوخ کرتی ہے آیت کو، آیت کا ناسخ منسوخ کس نے بتایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، حدیث سے پتہ چلا، فرمایا کہ مجھے اندازہ ہوا کہ آیت کے نزول کی تاریخ اور سنگسار کی تاریخ ہونی چاہیے کیونکہ عدالت میں تو وکیل بیرسٹر لوگ آئے ہوتے ہیں اور وہاں بڑی پیچیدہ بحث ہوتی ہے فیصلہ کن جگہ یہ آئے گی اور ساری بحث یہاں اٹکے گی تو اس پر میں نے کام شروع کیا جب اس پر کام شروع کیا تو اس کا کوئی حوالہ ہی نہیں مل رہا تھا، خیر اللہ کے مقبول بندے تھے کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرمایا جب یہ اشارہ فرمایا تو حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور چلے اور اُن کا جو کرتہ مبارک ہے وہ لمبے دامن والا ہے وہ جب جارہے تھے تو وہ دامن میرے اُوپر لپٹ گیا اور بس جب خواب سے میں اُٹھا، تو لمبے دامن اور لمبے کپڑے کی تعبیر علامہ ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی گہرائی اور ترقی کی ہوئی ہے۔ کپڑوں کی تعبیر ہے، میلے ہوگئے تو آپ کا دین خراب ہے اور پاک اور لمبے ہیں تو آپ کا دین بہت گہرا ہے اور بہت مقبول ہے اور اگر چھوٹے ہیں تو اُس میں کمی ہے یہ تعبیریں ہیں اس کی۔ اگر لباس پر گندگی، غلاظت وغیرہ ہے تو فکر کرو،

معلومات کرواس بات کی کہ کہیں آپ کی اہلیہ گندگی وغیرہ میں مبتلا تو نہیں ہے ھن لباس لکم اانتم لباس لھن اس سے تعبیر ہے۔حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہوا کہ اس خواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ سَن کی جو بات ہے یہ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں ملے گی۔واقعی انہی کی کتاب سے سَنوں کا حوالہ ملا۔میں عدالت اس کیس میں پیش ہونے کے لیے جارہا تھا تو میری طبیعت خراب تھی مجھے یہ خطرہ ہورہا تھا کہ اس کیس میں جاتے ہوئے میں مرجاؤں گا۔میں اس بات پر خوش ہورہا تھا کہ میں مرنے کے لیے جارہا ہوں اس عمل میں مرنا بھی بہت بڑی بات ہے''چہ مڑخہ یم''خیر جب بحث ہوئی تو اُنہوں نے کہا کہ آیت کا نزول کس سن میں ہوا اور سنگسار کس سن میں کیا گیا، کہتے ہیں کہ بس اس کا میں نے جواب دیا اور عدالت میں سب پر ہتھوڑا لگا اور بات فیصلہ کن ہوئی اور میرے حق میں فیصلہ ہوا۔

درحقیقت تربیت کے دو رُخ ہوتے ہیں ظاہری اور باطنی۔مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا گیا تھا کہ آپ سے کام لیا جائے گا یہ تو نہیں کہا کہ آپ کام کریں گے تو اس پر کچھ دن غور فکر کرنے کے بعد اُنھوں نے کہا کہ باقی کام تو سارے ہورہے ہیں مدارس بھی ہیں درس وتدریس ہورہی ہے، وعظ وتبلیغ ہورہی ہے اور سیاسی پارٹیاں اسلام کے نام پر کام کررہی ہیں، یہ ساری باتیں ہورہی ہیں تزکیہ کا شعبہ کمزور ہورہا ہے اور خانقاہی نظام کا خاتمہ ہو چکا ہے اور مدارس میں بھی تزکیہ اور بیعت کے سلاسل کا تذکرہ باقی نہیں رہا تو مجھے جس کام کو کرنے کے لیے کہا جارہا ہے وہ خانقاہی نظام جو تربیت کے لیے تھا اُس کو زندہ کرنے کے لیے فرمایا جارہا ہے،اس کے بعد حضرت نے ایک کتاب لکھی اور وہ کتاب پاکستان بھیجی گئی اور فرمایا کہ سارے مدارس میں اس کو تقسیم کیا جائے۔اُس زمانے میں فقط دارالعلوم سرحد ہوا کرتا تھا،میں رائے ونڈ گیا وہاں پر حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا احسان صاحب ہوا کرتے تھے اللہ نے بہت گہرا علم اور بہت فہم عطا فرمایا ہوا ہے۔بھائی عبدالوہاب اگر اُن کے کہنے پر چلیں تو تبلیغ کے تحریک کو بہت فائدہ ہو۔اس کے لیے ہم خاص دعائیں مانگ رہے ہیں۔خیر دارالعلوم سرحد کے لیے وہ کتاب مجھے دی کہ یہ وہاں پہنچاؤ۔

اُس کے بعد حضرت شیخ نے عالمی دورے کیے اور خاص طور پر ایک بات حضرت شیخ نے شروع فرمائی وہ یہ کہ رمضان کے اعتکاف کو تربیت کا ذریعہ بنایا، ایک اعتکاف ہندوستان میں کیا ایک ہزار افراد اُن کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے، ایک اعتکاف اُنھوں نے پاکستان فیصل آباد میں کیا ،ایک جنوبی افریقہ میں کیا اور ایک برطانیہ میں کیا۔ گویا ساری دنیا کا دورہ کرکے اور ساری دنیا میں پھر کر خانقاہی نظام کی بحالی کی کوشش فرمائی۔حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فرمایا کہ دیوبند کے چوکیدار سے لے کر شیخ الحدیث تک اور مہتمم تک سارے صاحبِ ولایت ہوتے تھے۔اور اب یہ حال ہے کہ مدارس میں شیخ الحدیث بغیر بیعت کے ہوتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

رسالے کی ایک مہربان کا خط اور اس کا جواب

محترم جناب ڈاکٹر طارق صاحب!

السلام علیکم!

میں نے آپ کا ماہنامہ ''غزالی'' پڑھا، جو کہ مارچ ۲۰۰۶ء کا تھا۔ یہ کہاں سے ملتا ہے؟ اگر سالانہ خریدار بننا چاہوں تو آپ کو رقم بھجوادوں تاکہ ہر ماہ مجھے گھر بیٹھے مل جایا کرے؟ دوسرا میں دیگر ماہناموں اور اخبارات میں وقتاً فوقتاً لکھتی رہتی ہوں، بلکہ چھوٹا سا رائیٹر سمجھ لیں۔ کراچی کے ایک دو ڈائجسٹوں میں بھی سچی کہانیاں لکھتی ہوں۔ سوچا ''غزالی'' کے لئے بھی کچھ لکھوں۔ اپنی طرف سے کوشش کی ہے اگر آپ کے مزاج سے ہم آہنگ ہو تو برائے مہربانی ضرور شائع کیجئے گا۔ ہم تو گھر بیٹھے یہ قلمی جہاد ہی کر سکتے ہیں۔ شاید کسی کے دل میں ہماری بات اُتر ہی جائے اور اگر ڈاکٹر صاحب ناقابلِ اشاعت ہو تو پلیز مجھے واپس بھجوادیجئے گا۔ سعدیہ کے ہاتھ بھجوا رہی ہوں۔ پڑھ کر اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔ اور اگر آپ کو میرا طرزِ تحریر پسند آیا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً آپ کو لکھ کر بھجواتی رہوں گی۔ آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔

والسلام آپ کی بہن،

فائزہ شہزاد،

حیات آباد، پشاور۔

جواب

محترمہ فائزہ شہزاد صاحبہ!

وعلیکم السلام!

آپ کے آرٹیکل دیکھے۔ آپ کا آرٹیکل ''حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے'' ہمارے رسالے کے مذاق کے مطابق ہے، اسے ہم شائع کردیں گے۔ باقی دو آرٹیکل بھی آئندہ اشاعت کے لئے زیرِ غور ہیں۔ ان آرٹیکل کی وجہ سے آپ کے لئے سالانہ چندہ میں پچاس فیصد رعایت ہوگی۔ لہٰذا آپ سعدیہ کے ہاتھ ۹۰ روپے اور اپنا مکمل پتہ بھیج دیں۔ آپ کو رسالہ ایک سال کے لئے جاری کردیا جائے گا۔

آپ مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کی کتاب ''معارف الحدیث'' کا مطالعہ شروع کردیں۔ آپ کے لئے بہت مفید ہوگا۔ کیونکہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے تھوڑے مطالعے سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکتی ہیں۔

ادارہ

مولوی سمیع اللہ صاحب وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَا جِعُوۡن O

مولوی سمیع اللہ صاحب سلسلہ کے ایک فعال کارکن تھے۔ دارالعلوم سرحد کے فارغ التحصیل عالم تھے اور محکمہ تعلیم سے بطور عربی ٹیچر ریٹائر ہوئے تھے۔ طبیعت میں اشاعتِ دین اور خدمتِ خلق کا بے پناہ جذبہ تھا۔ تواضع، استغناء اور خودداری سے متصف تھے۔ سلسلہ کی خدمت میں مال جان لگانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ کچھ عرصہ سے مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے جنہیں انتہائی صبر واستقامت کے ساتھ جھیلا۔ آخر میں شدید بیمار ہوکر ہسپتال میں داخل ہوئے۔ دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی جس سے آدھے بدن پر فالج طاری ہوگیا۔ ڈاکٹر سفیر صاحب اسسٹنٹ پروفیسر، نصیر ٹیچنگ ہسپتال، کبیر میڈیکل کالج پشاور، کے زیرِ علاج تھے۔ اِس اثنا میں گردے فیل ہوگئے جس کے لئے جرنیلی ہسپتال پشاور میں منتقل کئے گئے۔ یہی بیماری وفات کا سبب بنی۔ بیماری سے چند دن پہلے اپنے بچوں سے کہا مجھے حضور ﷺ نے بلایا ہے۔ بچوں نے پوچھا آپ عمرہ پر جانا چاہتے ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ نہیں یہ کچھ اور ہی بات ہے۔ وہ بات دنیا سے گزر جانے کے سفر کی تھی۔

اَلۡمَوۡتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفۡسٍ شَارِبُوۡهَا　　　وَالۡقَبۡرُ بَابٌ کُلُّ نَفۡسٍ دَاخِلُوۡهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

اَلۡمَوۡتُ جِسۡرٌ یُّوۡصَلُ الۡحَبِیۡبَ اِلَی الۡحَبِیۡب

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

ے
شادیانے بجیں گے خوشی کے　　　ہونگے ارمان پورے کسی کے
موت آنی ہے آکر رہے گی　　　جان جانی ہے جا کر رہے گی

انسان یہاں مہمان ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ مانگا ہوا سامان ہے۔ مہمان نے بہرحال گھر لوٹنا ہے اور مانگا ہوا سامان واپس کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علیؓ کے دور کی عظیم آزمائشیں

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

حضرت علیؓ کا دور عظیم آزمائشوں اور ابتلا کا دور ہے۔ کفار اور بدخواہوں کی طرف سے جو سازشیں دنیائے اسلام کے خلاف ہو رہی تھیں وہ پہلے دو خلفاء کے ادوار میں کامیاب نہ ہوئیں۔ وہ سازشیں دورِ عثمانی میں جا کر جڑ پکڑنے لگیں۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ امت کے مجمع میں صحابہؓ کی کمی ہوتی گئی جو انتہائی پختہ کار اور مخلص تھے۔ عبداللہ بن سبا یہودی مسلمان کے روپ میں اندر داخل ہوا اور صحابہ کرامؓ کے نوعمر لڑکوں کو اپنے زیرِ اثر کر کے خلافت کے خلاف منظم کر لیا۔ اس کی یہی سازش شہادتِ عثمان، جنگِ جمل، جنگِ صفین اور خوارج کے ظہور کا ذریعہ بنی۔ اپنے ہی لوگوں کے خلاف حضرت علیؓ کو ان تین محاذوں پر لڑنا پڑا جس میں بہت زیادہ مالی و جانی نقصان ہوا۔ پچھلے کسی شمارہ میں دورانِ بیان بندہ سے ایک تاریخی واقعہ غلط بیان ہو گیا تھا جس کی طرف جٹیال، گلگت کے ایک محترم دوست نے توجہ دلائی۔ واقعہ یوں بیان ہو گیا تھا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے مذاکرات کے لئے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے وہاں جا کر متاثر ہو گئے اور انہی کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگِ صفین میں شہید ہو گئے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کے ہی پاس رہے اور اُنہی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ احادیث میں یہ بات آئی ہوئی ہے کہ جس طرف سے حضرت عمار بن یاسرؓ لڑ رہے ہونگے وہ حق پر ہونگے۔ دراصل حضرت علیؓ کے ایک دوسرے ساتھی مذاکرات کے لئے گئے تھے جو وہاں سے متاثر ہو کر آئے تھے اُن کا واقعہ تاریخ ابنِ کثیر میں یوں درج ہے؛

حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو اپنی بیعت کی دعوت دینے کے لئے آدمی بھیجنا چاہا تو حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے کہا یا امیر المؤمنین! میں اُن کے پاس جاتا ہوں بلاشبہ میرے اور اُن کے درمیان محبت پائی جاتی ہے اور آپ کے لئے ان سے بیعت لوں گا۔ اشتر نے کہا امیر المؤمنین اسے نہ بھیجیں مجھے خدشہ ہے کہ اس کی مرضی ان کے ساتھ ہوگی، حضرت علیؓ نے کہا اسے چھوڑ دو اور آپؓ نے اُن کے ہاتھ ایک خط حضرت امیر معاویہؓ کو بھیجا جس میں انہیں بتایا کہ انصار و مہاجرین نے اُن کی بیعت پر اتفاق کیا ہے اور جنگِ جمل کا حال بھی انہیں بتایا اور انہیں اس بات میں شامل ہونے کی دعوت دی جس میں لوگ شامل ہوئے تھے۔ جب جریر بن عبداللہ ان کے پاس پہنچے اور انہیں خط دیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور رؤسائے شام کو

طلب کیا اوران سے مشورہ لیا۔انہوں نے کہا جب تک وہ قاتلینِ عثمانؓ کوقتل نہ کریں وہ ان کی بیعت نہیں کریں گے۔یا وہ قاتلینِ عثمانؓ کوان کے سپرد کردیں اوراگر وہ ایسا نہ کریں تووہ ان سے جنگ کریں گے اور جب تک وہ قاتلینِ عثمان کوقتل نہ کریں وہ ان کی بیعت نہیں کریں گے۔حضرت جریرؓ نے واپس آکر وہ باتیں حضرت علیؓ کو بتائیں جوانہوں نے کہی تھیں، اشتر نے کہا یا امیر المؤمنین! کیا میں نے آپ کو جریر کے بھیجنے سے نہیں روکا تھا؟ اگر آپ مجھے بھیجتے تو حضرت معاویہؓ جودروازہ کھولتے میں اُسے بند کردیتا۔حضرت جریرؓ نے کہا کہ اگر تُو وہاں ہوتا تو وہ خونِ عثمانؓ کے بدلہ میں تجھے قتل کردیتے۔اشتر نے کہا خدا کی قسم اگر آپ مجھے بھیجتے تو حضرت معاویہ کا جواب مجھے فکرمند نہ کرتا اور میں غوروفکر میں اُن سے سبقت کرجاتا اوراگر آپ میری بات مانتے تو تمھیں اور تمھارے جیسے آدمیوں کو قید کردیتے یہاں تک کہ اس اُمت کا معاملہ ٹھیک ہوجاتا۔حضرت جریرؓ غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے اور قرقیسیا میں اقامت اختیار کرلی اور حضرت معاویہؓ کوخط لکھ کر وہ باتیں بتائیں جو آپ نے کہی تھیں اور جو آپ سے کہی گئی تھیں۔حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں اپنے پاس آنے کا حکم لکھ بھیجا۔

جنگِ صفین کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ تاریخ ابنِ کثیر نے لکھا جو درج ذیل ہے۔

حضرت علیؓ رقہ آئے تو فرات کے کنارے ایک جگہ اترے جسے البلیخ کہا جاتا تھا تو ایک راہب اپنے گرجا سے نکل کرآپ کے پاس آیا اوراس نے حضرت علیؓ سے کہا ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کے ہم اپنے آباء سے وارث ہوئے ہیں اور اُسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے لکھا ہے، کیا میں اسے آپ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں تو راہب نے اس کتاب کو پڑھا: "اُس رحمان ورحیم خدا کے نام کے ساتھ جس نے جو فیصلہ کرنا تھا کیا اور جو لکھنا تھا لکھا، وہ اُمیوں میں ان میں سے ایک رسول بھیجنے والا ہے جو اُن کو کتاب وحکمت سکھائے گا اور انہیں پاک کرے گا اور خدا کی راہ انہیں دکھائے گا، وہ بدخلق اور سخت کلام نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہوگا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دے گا بلکہ معاف کرے گا اور درگزر کرے گا۔اُس کی اُمت وہ بہت تعریف کرنے والے لوگ ہیں جو ہر بلندی پر اللہ کی تعریف کریں گے اور ہر نشیب و فراز میں ان کی زبانیں تحلیل وتکبیر کے ساتھ رواں ہوں گی اور اللہ پر دشمنی رکھنے والے پر اُسے فتح دے گا اور جب اللہ تعالیٰ اُسے وفات دے گا تو اُس کی اُمت میں اختلاف پیدا ہوگا پھر وہ مجتمع ہوجائے گی اور جب تک اللہ چاہے گا مجتمع رہے گی۔پھر اس امت میں اختلاف پیدا ہوجائے گا پھر اس امت کا ایک شخص اِس فرات کے کنارے سے گزرے گا اور وہ نہی عن المنکر کرے گا اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور فیصلہ میں عاجز نہ ہو

گا، دنیا اس کے نزدیک راکھ سے بھی حقیر تر ہوگی یا اس نے کہا کہ اس روز کی مٹی سے بھی جس میں تیز ہوا چلتی ہے اور موت اس کے نزدیک پانی پینے سے بھی حقیر تر ہوگی۔ وہ پوشیدگی میں اللہ سے خائف ہو گا اور ظاہر میں خیر خواہی کرے گا اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہ ہوگا، پس اہل بلاد میں سے جو شخص اس نبی کو پائے وہ اُس پر ایمان لائے اور اُس کا ثواب میری رضامندی اور جنت ہوگا، اور جو اس صالح آدمی کو پائے وہ اُس کی مدد کرے بلاشبہ اُس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہے۔"

پھر اُس نے حضرت علیؓ سے کہا میں آپ کے ساتھ رہوں گا اور آپ سے جدا نہ ہوں گا حتیٰ کہ مجھے وہ مصیبت پہنچے جو آپ کو پہنچی ہے۔ حضرت علیؓ رو پڑے پھر فرمایا اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے ہاں بھولا بسرا نہیں بنایا اور اُس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے ہاں اَبرار کی کتب میں میرا ذکر کیا ہے۔ راہب آپ کے ساتھ چلا گیا اور مسلمان ہو گیا اور حضرت علیؓ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ جنگِ صفین کے روز مارا گیا اور جب لوگ اپنے مقتولین کی تلاش میں نکلے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اُس راہب کو تلاش کرو، تو اُنہوں نے اُسے مقتول پایا اور جب اُنہوں نے اُسے پا لیا تو حضرت علیؓ نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اُسے دفن کیا اور اُس کے لئے بخشش مانگی۔

اس ساری بحث کے بعد یہ بات عرض ہے کہ جنگِ صفین اور جنگِ جمل کے بارے میں اہلِ سنت و الجماعت کے چاروں امام متفقہ طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ یہ جنگیں غلط فہمی اور اجتہادی خطا کی بنیاد پر ہیں۔ اور اس کی بنیاد خوارج کی لگائی بجھائی ہے۔ دیکھا جائے تو دونوں طرف عشرہ مبشرہ لڑے ہیں اور میدان میں قتل ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

تفسیر ابن کثیر میں حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَجْلِسُ عَلٰی مَائِدَۃٍ یُّدَارُ عَلَیْھَا الْخَمْرُ.	"یعنی جو شخص اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُس کو چاہئے کہ ایسے دستر خوان یا کھانے کی میز پر بھی نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔"

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص

(مولانا منظور نعمانیؒ کی تحریر سے ایک اقتباس، انتخاب انجینئر ثاقب علی خان)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو از خود یا کسی معترض اور ناقد کے اعتراض کے نتیجہ میں ایک زمانہ میں یہ احساس ہوا کہ اللہ کی توفیق سے میں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، ان میں مجھ سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں گی، تو ایک اچھے، صاحبِ نظر اور وسیع المطالعہ عالمِ دین (مولانا حبیب احمد کیرانویؒ) کو جو فطری طور پر سخت ناقد اور نکتہ چین تھے، حضرت مولانا نے اپنی ذات سے معقول تنخواہ دے کر اسی کام کے لیے مقرر کیا کہ وہ مولانا کی تصانیف کو تنقیدی نگاہ سے دیکھیں اور جہاں کوئی غلطی محسوس کریں اس کی نشاندہی کریں۔......طویل مدت تک یہ کام ہوتا رہا اور اس کے نتیجہ میں تحقیق اور تبادلہ خیالات کے بعد حضرت تھانویؒ نے بہت سے مسائل میں اپنی سابقہ رائے اور تحقیق سے رجوع فرمایا اور اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں پچاسوں جگہ تبدیلی یا ترمیم فرمائی اور اس کا اعلان ضروری سمجھا۔ پھر اس سب کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں مرتب کرا دیا جو ''ترجیح الرّاجح'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔...... بیشک حق پرستی اور خدا ترسی کا راستہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سخاوت: حضرت ابنِ عمرؓ کے بارے میں ان کے معروف شاگرد حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے پاس بیس ہزار سے زائد درہم آ گئے۔ لیکن جس مجلس میں وہ آئے تھے، آپ وہاں سے اس وقت تک نہیں اُٹھے جب تک پورے کے پورے خرچ نہ کر دیئے۔ جب کچھ باقی نہ رہا تو اتفاق سے ایک سائل اور آ گیا، آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ تھا تو جن لوگوں کو پہلے دے چکے تھے، ان سے قرض لے کر اسے دیا۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو گھر والوں نے آپ کے لیے کچھ انگور منگوا دیئے، اتنے میں ایک سائل آ گیا، اور اس نے انگوروں ہی کا سوال کیا۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ انگور اسی کو دے دیئے جائیں، گھر والوں نے بہت کہا کہ ہم اسے کچھ اور دے دیتے ہیں، لیکن حضرت ابنِ عمرؓ مُصِر رہے، یہاں تک کہ گھر والوں نے انگور اس سائل کو دیئے، اور بعد میں اسی سے خرید کر آپ کے سامنے پیش کئے۔ (تراشے از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

حالتِ نزع (تیسری قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، میڈیکل سپیشلسٹ، کوہاٹ)

محمد بن منکدرؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو رونے لگے۔ کسی نے پوچھا رونے کی کیا بات ہے؟ فرمایا کہ میں اس پر نہیں روتا کہ مجھ سے کبھی کوئی گناہ ہوا ہو۔ میرے علم کے موافق تو میں نے عمر بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے ایسی سرزد ہو گئی ہو جس کو میں اپنے خیال میں سرسری سمجھا ہوں اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہو۔ اس کے بعد قرآنِ پاک کی آیت **وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْن** ط (زمر: ۵) پڑھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ' کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوئی ہو جس کا اُن کو گمان بھی نہ ہو۔ یہ پڑھ کر فرمایا کہ مجھے بس اس کا ڈر ہے کہ کوئی بات ایسی نہ ہوئی ہو جس کا گمان بھی نہ ہو۔

حضرت مکحولؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو ہنس رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ ہنسی کا وقت ہے؟ فرمانے لگے کہ کیوں نہ ہنسوں جبکہ وہ وقت آ گیا ہے کہ جن سے میں گھبراتا تھا اُن سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوتا ہوں اور جس ذات سے امیدیں وابستہ تھیں اس کے پاس جا رہا ہوں۔

حضرت حسان بن سنانؒ کی جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا کہ آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمانے لگے تکلیف تو ضرور ہے مگر مؤمن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر جب اُس کو حق تعالیٰ شانہ' سے ملنے کی امید ہو رہی ہو اور اُس پر اُس کی خوشی غالب ہو رہی ہو۔

ؔ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

عمرو بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ ابو شعیب صالح بن زیادؒ بیمار تھے۔ میں اُن کی عیادت کو گیا تو اُن کی نزع کی حالت تھی۔ مجھ سے کہنے لگے میں تجھے خوشخبری سناؤں؟ میں اس جگہ ایک اجنبی سے آدمی کو دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اُس سے پوچھا تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا میں مَلَکُ المَوت ہوں۔ میں نے کہا میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ وہ کہنے لگا مجھے یہی حکم ملا ہے کہ نرمی کروں۔

حضرت آدم بن ابی ایاسؒ کا جب آخری وقت تھا تو وہ چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن

شریف تلاوت کر رہے تھے۔ جب قرآنِ پاک ختم کیا تو کہنے لگے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اُس کا واسطہ دے کر عرض کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ آج ہی کے دن کے لئے آپ سے امیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے بعد **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کہا اور روح پرواز کر گئی۔

حضرت ایاس بن قتادہ عبشمیؒ نے ایک دن آئینہ دیکھا تو سر پر سفید بال نظر آئے۔ کہنے لگے کہ سفید بال آجانے کے بعد آخرت کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہنا چاہئے کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا۔ اِس کے بعد بہت زیادہ مجاھدے شروع کر دئے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آرہے تھے، آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے تیرا آنا مبارک ہے میں تو تیرا بہت ہی سخت انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھ والوں سے کہنے لگے جب میں مر جاؤں تو ملحوب (ایک جگہ کا نام ہے) لے جا کر دفن کر دینا۔ اِس کے بعد روح نکل گئی اور گر گئے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد ابراھیم بن ھانیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے لڑکے اسحٰق سے دریافت کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا ابھی نہیں ہوا، لیکن ابا جان ایسی سخت بیماری میں تو فرض روزہ کھولنے کی بھی اجازت ہے۔ آپ کا تو نفل روزہ ہے اس کو کھول دیجیے۔ فرمانے لگے ارے ٹھہر جا اس کے بعد (نہ معلوم کیا دیکھا) فرمانے لگے اسی جیسی چیزوں کے لئے آدمی کو چاہئے کہ نیک عمل کرتا رہے۔ (یہ قرآنِ پاک کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے) اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھ دے اور اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ کُوچ کا وقت آگیا نہ تو میں گنا ہوں سے بری ہوں نہ میرے پاس کوئی عذر ہے جو معذرت میں پیش کر دوں، نہ کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں۔ بس میرے لئے تو تُو ہی ہے، میرے لئے تو تُو ہی ہے، یہی کہتے کہتے چیخ ماری اور انتقال ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اِس بندہ نے اپنے مولیٰ کے آگے عاجزی کی، اُس نے قبول کر لی۔

(باقی آئندہ)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (دوسری قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

تواضع کے بارے میں قرآنی آیات

(۱) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo (الفرقان:۶۳)

ترجمہ: اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں ان کے ساتھ بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفت بیان فرمائی ہے، دیگر صفات کے ساتھ ان میں ایک وصف یہ ہوتا ہے جو آیت میں مذکور ہے۔

ان کا سب سے پہلا وصف عباد ہونا ہے۔ عباد عبد کی جمع ہے۔ عبد کا معنی ہے ''بندہ'' جو اپنے آقا کا مملوک ہو، اس کا وجود اور اس کے تمام اختیارات و اعمال آقا کے حکم کے مطابق اور اس کی مرضی کے موافق ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا بندہ کہلانے کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو اپنے عقائد و خیالات کو اور اپنے ہر ارادہ اور خواہش کو اور اپنی ہر حرکت و سکون کو اپنے رب کے حکم اور مرضی کے تابع رکھے۔ ہر وقت گوش بر آواز رہے کہ جو حکم ہو بجا لاؤں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا یعنی وہ زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ لفظ ''ھون'' کا مفہوم اس جگہ سکینت و وقار اور تواضع ہے کہ اکڑ کر نہ چلے، قدم متکبرانہ انداز سے نہ رکھے۔ بہت آہستہ چلنا مراد نہیں کیونکہ بلا ضرورت آہستہ چلنا خلافِ سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی جو صفت شمائل نبویہ میں منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا چلنا بہت آہستہ نہیں بلکہ کسی قدر تیزی کے ساتھ تھا۔ حدیث میں ہے کانما الارض تطوی لہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا چلتے تھے کہ گویا زمین آپؐ کے لیے سمٹتی ہے (ابن کثیرؒ) اسی لیے سلف صالحین نے بتکلف مریضوں کی طرح آہستہ چلنے کو علامت تکبر و تصنع ہونے کے سبب مکروہ کہا

ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بہت آہستہ چل رہا ہے، پوچھا کیا تم بیمار ہو؟ اس نے کہا نہیں۔تو آپؓ نے اس پر درّہ اٹھایا اور حکم دیا کہ قوت کے ساتھ چلا کرو۔
(معارف القرآن: ج ۲)

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں حضرت حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مؤمنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح ،آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل و عاجز ہوتے ہیں، ناواقف ان کو دیکھ کر معذور سمجھتا ہے حالانکہ نہ وہ بیمار ہیں نہ معذور بلکہ تندرست اور قوی ہیں مگر ان پر خوف الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کرتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔ان کو دنیا کے دھندوں سے آخرت کی فکر نے روکا ہوا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ نہیں رکھتا اس کی ساری فکر دنیا ہی کے کاموں میں لگی رہتی ہے،تو وہ ہمیشہ حسرت ہی حسرت میں رہتا ہے کہ دنیا تو ساری ملتی نہیں اور آخرت میں اس نے حصہ نہیں لیا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نعمت صرف کھانے پینے کی ہی چیزوں کو سمجھا ہے اور اعلیٰ اخلاق کی طرف دھیان نہیں دیا تو اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور عذاب اس کے لیے تیار ہے۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہات و اعتراضات اور ان کے جاہلانہ خصائل اور عادات کا ذکر کر کے ان کی پاداش کا ذکر کیا اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور صالح بندوں کی صفات بیان کیں جو یہ ہیں؛

(۱) حلم اور تواضع (۲) مداومت بر نماز تہجد (۳) خوف از عذابِ آخرت (۴) اعتدالِ اقتصاد (۵) توحید اور اخلاص فی العبادات (۶) فتنہ اور فساد سے دور ہونا (۷) اجتناب از زنا (۸) مجالس کذب سے اجتناب (۹) تذکر بوقت استماع وعظ (۱۰) بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے رہنا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں، مطلب یہ کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے تمام امور میں اور اسی کا اثر چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔اور خاص چال کی ہیئت بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ دماغ داری کے ساتھ نرم رفتاری موجب مدح نہیں اور یہ تواضع تو ان کا طرزِ خاص اپنے اعمال میں ہے اور دوسروں کے ساتھ ان کا طرز یہ ہے کہ جب ان سے جہالت والے لوگ

جہالت کی بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں، مطلب یہ کہ اپنے نفس کے لیے انتقامِ قولی یا فعلی نہیں لیتے۔ اور جو سختی اور تادیب، اصلاح، سیاست شرعیہ یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہو اُس کی نفی مقصود نہیں۔ (بیان القرآن)

(۲) وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ج اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا o کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا o (بنی اسرائیل: ۳۷، ۳۸)

ترجمہ: اور مت چل زمین پر اتراتا ہوا تو نہ پھاڑ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر، یہ جتنی باتیں ہیں ان سب میں بری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری۔

ان دو آیتوں کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ زمین میں اترا کر نہ چلو یعنی ایسی چال نہ چلو جس سے تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہو کہ یہ احمقانہ فعل ہے، گویا زمین پر چل کر وہ زمین کو پھاڑ دینا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں ہے اور تن کر چلنے سے بہت اونچا ہونا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پہاڑ اس سے بھی اونچے ہیں۔ تکبر دراصل انسان کے دل سے متعلق شدید گناہِ کبیرہ ہے۔ انسان کی چال ڈھال میں جو چیزیں تکبر پر دلالت کرنے والی ہیں وہ بھی ناجائز ہیں۔ متکبرانہ انداز سے چلنا گو زمین پر زور سے نہ چلے اور تن کر اونچا نہ بنے بہر حال ناجائز ہے۔ تکبر کے معنی اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ و افضل سمجھنا اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں کمتر اور حقیر سمجھنا ہے۔ حدیث میں اس پر سخت وعیدیں مذکور ہیں۔

امام مسلمؒ نے بروایت حضرت عیاض بن حمادؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بذریعہ وحی یہ حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور پستی اختیار کرو، کوئی آدمی کسی دوسرے پر فخر اور بڑائی کا طرز اختیار نہ کرے، اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ (مظہری) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں داخل نہ ہو گا وہ آدمی جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ (مظہری بحوالہ مسلم)

ایک اور حدیث قدسی میں بروایت حضرت ابوہریرۃؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار، جو شخص مجھ سے اس کو چھینتا ہے تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ (چادر اور ازار سے مراد لباس ہے اور اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے

نہ جسمانی جس کے لیے لباس درکار ہو، اس لیے اس سے مراد اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی ہے، جو شخص اس صفت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بننا چاہے وہ جہنمی ہے)۔

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر کرنے والے قیامت کے دن چھوٹی چیونٹیوں کے برابر انسانوں کی شکل میں اٹھائے جاویں گے جن پر ہر طرف سے ذلت وخواری برستی ہوگی ان کو جہنم کے ایک جیل خانہ کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام ''بولس'' ہے۔ ان پر سب آگوں سے بڑی تیز آگ چڑھی ہوگی اور پینے کے لیے ان کو اہل جہنم کے بدن سے نکلا ہوا پیپ اور لہو دیا جائے گا (ترمذی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ از مظہری)

اور حضرت فاروق اعظمؓ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند فرماتے ہیں، تو وہ اپنے نزدیک تو چھوٹا مگر سب لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں تو وہ خود اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں وہ کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ (مظہری)

احکام مذکورہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آخری آیت میں فرمایا:

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا یعنی مذکورہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ و ناپسندیدہ ہیں۔

(۳) **تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ** (القصص:۸۳)

ترجمہ: یہ عالمِ آخرت ہم دیں گے ان لوگوں کو جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور عاقبت بھلی ہے ڈرنے والوں کے لیے۔

اس آیت میں دارِ آخرت کی نجات اور فلاح کو صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص فرمایا گیا ہے جو زمین میں علو اور فساد کا ارادہ نہ کریں۔ علو سے مراد تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں

سے بڑا بنانے اور دوسروں کو حقیر کرنے کی فکر۔ اور فساد سے مراد لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں ہر معصیت فساد فی الارض ہے کیونکہ گناہ کے وبال سے دنیا کی برکت میں کمی آتی ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ جو لوگ تکبر اور ظلم کا یا مطلق معصیت کا ارادہ کریں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (معارف القرآن مولانا مفتی شفیعؒ)

تکبر جس کی حرمت اور وبال آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہی ہے کہ لوگوں پر تفاخر اور ان کی تحقیر مقصود ہو ورنہ اپنے لیے اچھے لباس، اچھی غذا اور اچھے مکان کا انتظام جب دوسروں پر تفاخر کے لیے نہ ہو برا نہیں۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ دارِ آخرت کی لازوال نعمتوں کے مستحق کون لوگ ہیں اور دار آخرت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ سو بتلایا کہ دارِ آخرت کی نعمتوں کے مستحق وہ لوگ ہیں جو دنیا میں علو، رفعت اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یعنی متواضع اور پرہیزگار ہیں اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے ہیں۔

(معارف القرآن، مولانا ادریس کاندھلویؒ)

(باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک قصہ:

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے ہاں ایک بڑے عہدے دار شخص مہمان آئے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے اپنے ساتھ اُن کو بٹھلایا اور چونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے اس لئے دوسرے غریب مہمان ان کے لحاظ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ صاحبو! آپ لوگ پیچھے کیوں ہٹ گئے؟ کیا اِس وجہ سے ہٹ گئے کہ ایک عہدہ دار جو میرے ساتھ بیٹھا ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں۔ میرے دل میں جتنی تمھاری عزت ہے اِن کی ہرگز نہیں، پھر آپ نے سب غریب طالب علموں کو بھی ساتھ بٹھا کر کھلایا۔

(تسہیل المواعظ از حضرت تھانویؒ)
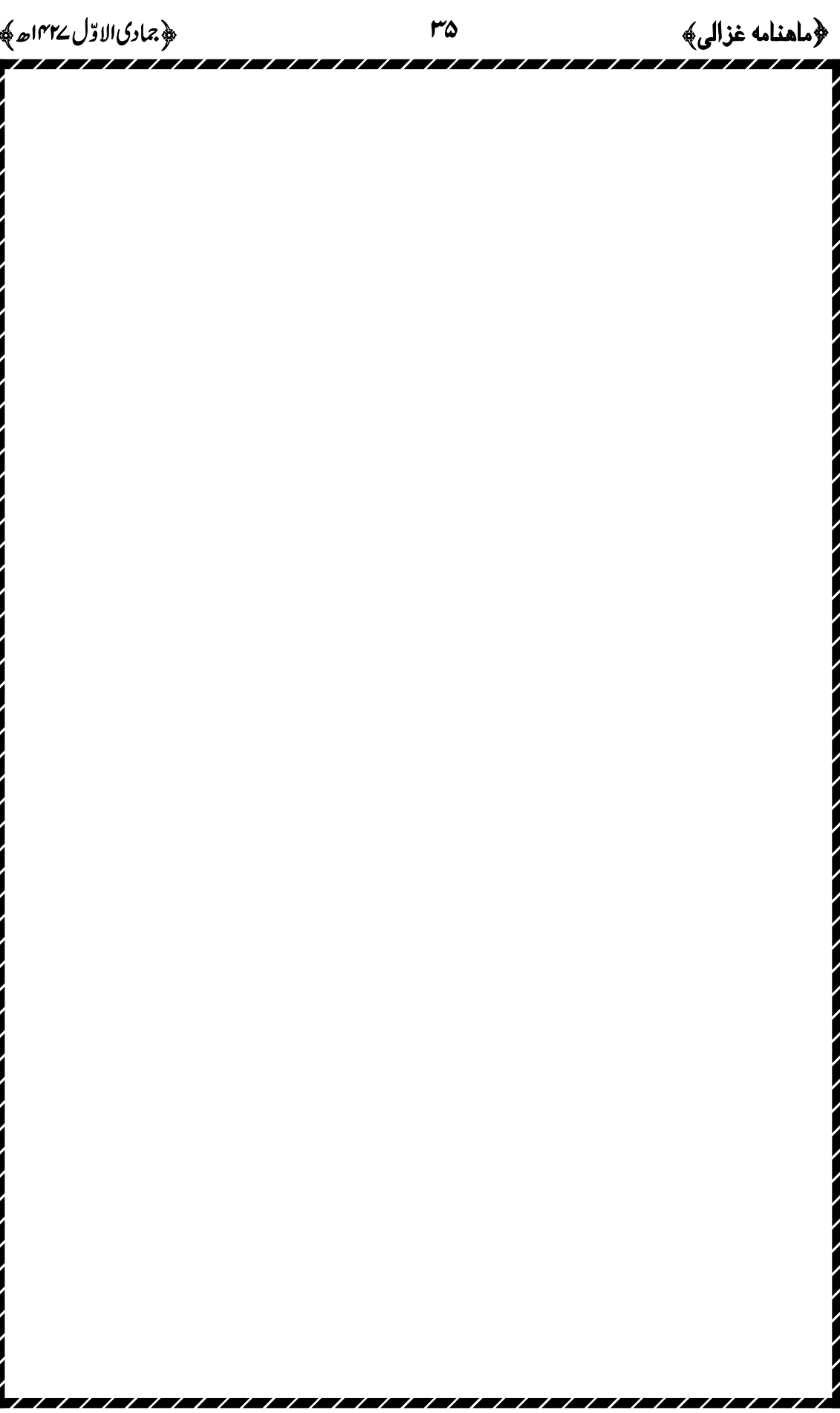
پیشِ لفظ، نوائے درویش

طرب آشنائے خروش ہو تو نوائے محرمِ گوش ہو　　وہ سرود کیا جو چھپا ہوا ہے سکوتِ پردۂ ساز میں

بندہ کے شیخ و مربّی کے اصلاحی بیانات نوائے درویش کے نام سے آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ کچھ بیانات تو حضرت حاجی شیر حسن صاحب کی بیاض سے لئے گئے ہیں۔ اس بیاض میں حاجی شیر حسن صاحب نے حضرت کے بیانات دوران بیان لکھے ہیں۔ ان کی زبان درست کرنے کے لئے ، اور عبارت کو مربوط بنانے کے لیے پوری محنت کرنا پڑی ہے۔ کچھ بیانات کیسٹوں سے لیے گئے ہیں جنہیں بہت زیادہ محنت کر کے ثاقب علی خان صاحب نے کیسٹوں سے سن کر لکھا ہے۔ بندہ چونکہ غیر معروف آدمی ہے، اس لئے تقریظ حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے لکھوائی ۔ حضرت موصوف سلسلہء نقشبندیہ کے کامل شیخ ہیں۔ اب حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی برکات اور مفتی صاحب کی توجہات یکجا کتاب کی ہم نوا ہوگئی ہیں۔ امید ہے پڑھنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆